حضرت مولانا خالد محمود صاحب ایم اے

قربانی

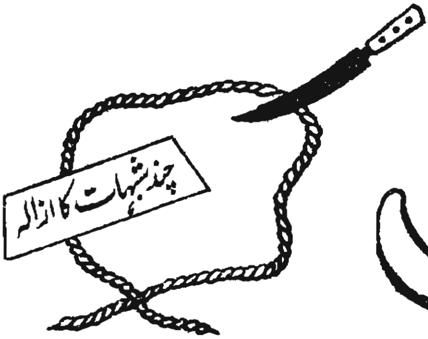

قربانی کے دنوں میں گوشت کا ضرورت سے زائد ہونا اور اس فراوانی کے پیش نظر اسے داخلِ اسراف سمجھنا ایک لغو مغالطہ ہے۔

اوّلاً یہ کہ جب شرعِ پاک سے ایک امر ثابت ہو تو اسے عقلی اعتراضات اور ذہنی خدشات کا مورد بنانا ایک منافقانہ چال ہے۔ اسلام میں عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کرنا ہر صاحب نصاب مسلمان کے ذمہ واجب ہے جو وسعت کے باوجود نہ کرے اسے کوئی حق نہیں کہ مسلمانوں کی عیدگاہ کے قریب بھٹکے، اصل سوال قلت وکثرت کا نہیں بلکہ اطاعت شریعت اور امتثال امر کا ہے۔ حضورؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک سو اونٹ قربان کئے، ان کو یہ خیال نہ ہوا کہ یہ اسراف ہو رہا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔

ثانیاً یہ کہ اگر قربانی کا گوشت درست طریقے سے غرباء میں تقسیم ہو تو سب کے حصے میں شاید دو دو بوٹیاں نہ آئیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پہلے یہ امر معلوم ہو کہ کتنے لوگ اپنے اقتصادی حالات کے پیش نظر روزانہ گوشت کی خوراک برداشت کر سکتے ہیں۔

اس باب میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ شہری آبادی زیادہ سے زیادہ دسواں حصہ روزانہ گوشت کھانے پر قدرت رکھتی ہے، پس ہر شہر میں یومیہ جتنے بکرے ذبح کئے جاتے ہیں ان سے دس گنا زیادہ اگر عید قربان کے موقعہ پر ذبح کئے جائیں تو اس میں اسراف کا قطعاً احتمال تک پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد یہ امر معلوم ہونا چاہیئے کہ ہمارے ملک میں اقتصادی حالت کے پیش نظر کتنی آبادی کے ذمہ قربانی کرنا لازم آتا ہے۔ اس میں اگر امعانِ نظر سے کام لیا جائے تو غالباً دسویں حصے سے زائد آبادی اسکی مکلف

نہیں ٹھہرے گی، اور اگر ہو بھی تو شریعت مقدسہ نے قربانی میں تین دنوں کی گنجائش دی ہے۔ پس اگر تیس فیصدی مسلمانوں پر بھی قربانی کرنا واجب ہو تو تب بھی تین دن کی وسعت میں سارے گوشت کا مصرف بجا ہوگا، اور اسراف سے محفوظ ہوگا۔ یہ تفصیل صرف شہری آبادی سے متعلق ہے اگر دیہاتی آبادی کو بھی ملحوظ رکھا جائے، جہاں کی صرف بیس فی صد پبلک گوشت کی خوراک برداشت کر سکتی ہے اور اسکے ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ رکھ لیا جائے کہ موجودہ دور کے ذرائع نقل و حرکت کی بنا پر قربانی کا گوشت دیہات کے غرباء ناداروں پر بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے، تو اس حقیقت کے باور کرنے سے چارہ نہیں رہتا کہ قربانی کا گوشت اگر درست اور مناسب طریقہ سے تقسیم ہو سکے تو سب کے حصہ میں دو دو بوٹیاں بھی آویں اس کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی نظر انداز نہ ہونی چاہیے، کہ دیہاتی آبادی شہری آبادی کی نسبت کہیں زیادہ ہے اور قربانی کے دنوں میں وہ یومیہ ذبیحے بھی دکانوں پر نہیں آتے جو دوسرے دنوں میں ہوا کرتے ہیں۔ پس ان تمام حقائق و امکانات کو پیش نظر رکھنے سے یہ حقیقت بے غبار ہو جاتی ہے کہ ایام نحر میں گوشت کی فراوانی کو داخل اسراف اور ضرورت سے زائد سمجھنا ایک ڈھکوسلہ ہے جس میں کوئی معقول وجہ نہیں پائی جاتی۔ اگر یہ کہا جائے کہ پھر ان دنوں میں حکیموں اور ڈاکٹروں کی گرم بازاری کیوں ہوتی ہے۔ تو اس کا جواب گوشت کی غلط تقسیم اور بہت سے ناداروں اور غریبوں کو گوشت کی طلب پر بے نیل و مرام واپس لوٹانا ہے۔ پس اس کا حل گوشت کی درست تقسیم میں ہے نہ کہ قربانی بند کرا دینے میں۔

ثالثاً یہ کہ اگر قربانی کو مسلمانوں کی ضرورت سے زائد بھی مان لیا جائے تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکل آیا۔ کہ قربانی کو بند کر دیا جائے۔ جبکہ قربانی کو سلیقہ کے ساتھ ذخیرہ کر کے سارے سال استعمال کیا جا سکتا ہے اور محتاجوں کی ضرورت بھی اس کے ساتھ سارے سال کے کسی وقت پر پوری کی جا سکتی ہے۔
سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو گوشت ذخیرہ کرنے سے منع فرمایا تھا۔ مگر اسکی وجہ لوگوں کی تنگی اور شدید قحط کا وجود تھا۔ پھر بعد میں آپ نے اجازت دیدی تھی کہ قربانی کا گوشت خود بھی کھاؤ، دوسروں کو بھی کھلاؤ اور ذخیرہ بھی کرو۔ (مشکوۃ وفی معناہ فی البخاری جلد ۲ ص ۸۳۵)

قربانی کو اگر مان بھی لیا جائے تب بھی اس کی قیمت کسی قومی فنڈ میں ادا کرنا زیادہ مناسب ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا گوشت پوست نہیں پہنچتا، اس کے حضور میں تو تقویٰ مطلوب ہے۔

الجواب :- جب قربانی کا حکم اسلام میں ثابت ہے اور اس پر جو ثواب اور انعام مرتب کیا گیا ہے۔ یہاں تک ہے کہ ایک ایک بال اور ایک ایک کھر بلکہ ایک ایک سینگ کے بدلے باوجودیکہ یہ چیزیں قابل استعمال بھی نہیں، ایک ایک نیکی کے ثواب کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اور عید قربان کے دن

سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے نزدیک "اہراق دم" ہے تو کون عقلمند ہوگا کہ اتنے ثواب کی امید کسی دوسرے صدقہ مالی سے جس کے بارے میں شریعت کا کوئی حکم بھی موجود نہیں ہے لگائے رکھے گیا کسی حدیث میں عید قربان کے دنوں میں زیادہ خیرات کرنے کو یا صدقات مالیہ میں توسیع کو موجب اجر مزید کہا گیا ہے۔ جب ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو قربانی کا بدل تلاش کرنا کونسی عقلمندی ہے۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں:

شراء الاضحیۃ لعشرۃ دراھم خیر من التصدق بالف درھم

دس درہم سے قربانی کا جانور خریدنا ایک ہزار درہم فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

(جوہرہ نیرہ ج ۲ ص ۲۵۱ فتاوی عالمگیری ج ۵ ص ۱۵۱)

کیونکہ ثواب اہراق دم میں ہے نہ کہ انفاق مال میں ——— باقی رہا قومی فنڈوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا تو اسکی آسان صورت یہ ہے کہ وہ تمام روپیہ جو حرام کاموں میں صرف ہو رہا ہے، مصرف بیجا سے بچالیا جائے۔ ایک طرف بدی کا سدّباب ہو جائے گا، تو دوسری طرف وہ قومی فنڈ بھی مضبوط ہو جائیں گے۔ یہ کیا لغو حرکت ہے۔ کہ جب قومی فنڈ کو ضرورت درپیش آئے تو اسکی مشق ستم اسلام کی معصوم عبادات ہی بنیں اور سینماؤں وغیرہ کے ذریعہ جو دولت بے بہا ضائع کی جارہی ہے، اسکی طرف نگاہ ہی نہ اٹھے، یہ ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جانوروں کا گوشت پوست نہیں پہنچتا۔ اسے صرف تقویٰ درکار ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرنے میں للہیت اور خلوص ہونا چاہیے۔ ریاکاری اور جاہلیت اولیٰ کا دکھاوا نہ ہو، اصل مقصود تقویٰ ہے۔ لیکن اس کے حصول کا جو طریقہ شریعت نے مقرر کیا ہے۔ وہ اسی طریقہ سے حاصل ہوگا، چنانچہ قربانی کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا: ومن یعظم شعائر اللہ فانھا من تقوی القلوب۔ پس شریعت پر بتائے ہوئے طریقہ سے جانور ذبح کرنے کے بغیر اس صفت تقویٰ کو ممکن الوصول جاننا بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ ■■

حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۳۸ھ میں فرمایا تھا کہ یہ چاند، مریخ اور دیگر ستارے آسمان پر نہیں ہیں (بلکہ آسمان کے نیچے ہیں) اس کے متعلق تقریر محفوظ تھی مگر اس وقت ذہن میں نہیں، اس تقریر کو پچاس ۵۰ سال ہو گئے ہیں ———

(اقتباس از مکتوب مولانا محمد الوری مدظلہ لائل پور بنام سمیع الحق۔)